اکائی 8 سرور جہان آبادی کی نظم نگاری اور متن کی تدریس و تفہیم (عروسِ حُبِّ وطن)

ساخت

8.1 اغراض ومقاصد

8.2 تمہید

8.3 سرور جہان آبادی کی نظم نگاری اور متن کی تدریس وتفہیم

8.3.1 سرور جہان آبادی: حیات وادبی خدمات

8.3.2 سرور جہان آبادی کی نظم نگاری

8.3.3 متن کی تدریس وتفہیم

8.4 آپ نے کیا سیکھا؟

8.5 اپنا امتحان خود لیجیے

8.6 سوالوں کے جوابات

8.7 فرہنگ

8.8 کتب برائے مطالعہ

8.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ:

- سرور جہان آبادی کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات سے واقف ہوں گے۔
- سرور جہان آبادی کی نظم نگاری کو سمجھیں گے۔
- سرور جہان آبادی کی نظم نگاری کی فکری وفنی خصوصیات سے واقفیت حاصل کریں گے۔
- سرور جہان آبادی کی نظم ’عروسِ حُبِّ وطن‘ کی قرأت کریں گے۔
- سرور جہان آبادی کی نظم ’عروسِ حُبِّ وطن‘ کے تجزیے سے واقف ہوں گے۔

8.2 تمہید

عزیز طلبا! اس بلاک کی پچھلی اکائیوں میں آپ نے جدید اردو نظم کے نمائندہ شعرا محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی اور اکبر الہ آبادی کی نظم نگاری کی فکری وفنی خصوصیات سے واقفیت حاصل کی اور جدید اردو نظم نگاری میں ان کے مقام ومرتبہ کو سمجھا۔ جدید اردو نظم کا ایک بے حد اہم نام سرور جہان آبادی ہے۔ اس اکائی میں آپ سرور

جہان آبادی کے سوانحی کوائف اور ادبی خدمات کے بارے میں جان کاری حاصل کریں گے، ان کی نظم نگاری کا مطالعہ کریں گے اور ان کی نظم 'عروسِ حُبِّ وطن' کے تجزیے کو سمجھیں گے۔

8.3 سرور جہان آبادی کی نظم نگاری اور متن کی تدریس و تفہیم

8.3.1 سرور جہان آبادی: حیات وادبی خدمات

سرور جہان آبادی کا اصل نام 'درگا سہائے' اور تخلص 'سرور' تھا۔ ابتدا میں 'وحشت' تخلص اختیار کیا تھا۔ آپ کی ولادت ماہ پوس ۱۸۷۳ء میں بہ مقام جہان آباد، ضلع پیلی بھیت میں ہوئی تھی۔ درگا سہائے سرور حکیم پیارے لال صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کے بزرگ اس قصبے کے قدیم رئیس اور زمین دار تھے۔ سرور کے والد فنِ طب میں مہارتِ تامّہ رکھنے کے ساتھ فارسی اور عربی کے زبردست عالم تھے۔ ان کی شخصیت ہمدردی اور رحم دلی کا پیکر تھی۔ اپنے والد محترم کی طرح سرور بھی بہت رحم دل اور دوسروں کی مدد کرنے والے انسان تھے۔ والد کے زیرِ سایہ سرؔور کی ابتدائی زندگی بہت خوش حال گزری۔ سرؔور کی شادی ۱۸ سال کی عمر میں ۱۸۹۰ء میں جہان آباد ہی کے ایک معزز خاندان میں ہوئی۔ ان کی زوجہ شنکر دیوی تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ سلیقہ منداور حسین وجمیل بھی تھیں۔ صورت وسیرت کے اس خوب صورت امتزاج نے سرؔور کو ان کا دیوانہ بنا دیا۔ بیوی سے بے پناہ محبت جس کو عشق کہا جاسکتا ہے، کے سبب سرؔور اعلا تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ حالاں کہ والدین سرؔور کو اعلا تعلیم دلانا چاہتے تھے مگر یہ ممکن نہ ہوسکا۔ آپ کے یہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی جس کا نام نرنجن پرشاد رکھا گیا۔

سرؔور ۱۴ برس کی عمر سے ہی شعر کہنے لگے تھے۔ ذہین طالب علم تھے۔ جب وہ پانچویں جماعت میں تھے تو اسی وقت ان کی شعر گوئی کا آغاز ہوا۔ مولوی سید کرامت حسین جو عربی اور فارسی کے جید عالم تھے، سرؔور کے فارسی کے استاد ہونے کے علاوہ ان کے کلام پر اصلاح بھی دیتے تھے۔ سرؔور کا مطالعہ وسیع تھا۔ انھوں نے دہلی اور لکھنؤ کے اساتذۂ سخن بالخصوص غالب، مومن، میر ودبیر، انیس اور ذوق کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ خدا نے ذہانت سے نوازا تھا جس کی بدولت انھوں نے فارسی واردو میں مہارت حاصل کی اور ہر طرح کے خیالات کو نظم کیا۔ اپنے والد سے وراثت میں طبِ یونانی اور آیوروید سیکھا۔ قدرت نے ان کے والد کی طرح دستِ شفا سے بھی انھیں نوازا تھا۔ دق کے مریضوں کا وہ خصوصیت سے علاج کرتے تھے۔ سرؔور جہان آبادی نیک طینت اور راست گو شخص تھے۔ خوش خلقی اور زندہ دلی کے سبب وہ لوگوں میں مقبول تھے۔ شادی کے بعد بیٹے کی پیدائش نے انھیں دوگنی خوشیوں سے ہم کنار کیا۔ سرور کی شعر گوئی کا آغاز معاشی فارغ البالی کے دور میں ہوا۔ اس وقت انھیں عہد شباب کی آرزوؤں اور شعر وسخن کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ آپ نے جناب بیان یزدانی میرٹھی کو اپنا معنوی استاد تسلیم کیا۔ آپ کا کلام اخبار 'انیسِ ہند' میرٹھ میں شائع ہوتا رہا۔

۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو مشہور آریہ سماجی لیڈر اور مصلح پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر کے قتل پر سرور کے کرب واضطراب اور رنج وغم کا اظہار دو خمسۂ ماتم، دو طویل مسدس، چالیس رباعیات، ایک قطعۂ تاریخ شہادت اور دو تین غزلوں میں ہوا۔ بعد میں یہی کلام ۱۸۹۸ء میں دو پمفلٹوں کی صورت میں مطبع ودّیا دامن میرٹھ سے شائع ہوا۔ ایک کا نام 'خونِ ناحق' اور دوسرے کا نام 'نیرنگِ قلق' تھا۔ اس کلام کی اشاعت نے راتوں رات سرؔور کو شہرت کی بلندیوں پر

فائز کردیا لیکن سرؔور اپنی اس شہرت وکام یابی سے پورے طور پر لطف اندوز بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ ان کی بیوی کی علالت کی خبر آ گئی۔ وطن جہان آباد پہنچ کر انھوں نے بیوی کی خدمت اور علاج ومعالجہ میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی مگر ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور ۱۹۰۰ء میں ان کی بیوی اپنے مالکِ حقیقی سے جاملیں۔ اس صدمے کو سرؔور جہان آبادی صبر وتحمل سے برداشت کرگئے مگر ابھی ان کا امتحان ختم نہیں ہوا۔ پانچ برس کے بعد ان کا چہیتا بیٹا نرنجن پرشاد جس کی پرورش وپرداخت کو انھوں نے اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا تھا، ستمبر ۱۹۰۶ء میں نمونیہ کے عارضے میں مبتلا ہوکر چل بسا اور وہ تڑپ کر کہہ اٹھے۔

کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سوجا
کہ گزر گئی شب آدھی، دلِ بے قرار سوجا

زوجہ اور بیٹے کی موت نے سرور جہاں آبادی کو زندگی سے بیزار کردیا۔ حزن والم کے عالم میں دریا کنارے ٹہلتے رہتے، پہروں روتے اور دلی سکون کی تلاش میں کبھی بیاباں موسومہ ''کھٹیرا'' کا رخ کرتے۔ ان کی ''آہ اور ہائے'' کے نعروں کی تاب نہ لا کر اکثر رشتے داروں نے دوسری شادی کے لیے اصرار کیا مگر سرؔور نے شادی سے انکار کردیا۔ اپنے جذبات اور درد وغم کو بھلانے کے لیے شراب کا سہارا لیا اور اس میں ڈوب کر خود پر زندگی کی تمام خوشیوں کو حرام کرلیا۔ فاؔنی بدایونی کی طرح سرور جہان آبادی حزن وملال اور غم والم کی تصویر بن کر رہ گئے۔ حالاں کہ ان جان لیوا حادثات سے قبل انھوں نے شراب کو قطعاً منہ نہ لگایا تھا۔ مے نوشی اس حد تک بڑھی کہ خود کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ اسی زمانہ میں آپ کانپور سے نکلنے والے رسالہ ''زمانہ'' کے مینیجر رہے۔ کانپور میں منشی پریم چند اور منشی نوبت رائے نظیر لکھنوی مرحوم سے آپ کے برادرانہ تعلقات رہے لیکن اس کے باوجود زن وفرزند کا غم انھیں لے ڈوبا۔

سرؔور کا کلام ''زمانہ''، ''ادیب''، ''اُردوئے معلّیٰ''، ''مخزن'' (لاہور) اور ''عصمت'' (دہلی) وغیرہ میں شائع ہوتا رہا۔ مقبولیت اس حد تک بڑھی کہ خواجہ الطاف حسین حاؔلی پانی پتی بھی جہان آباد چلے آئے لیکن سرور کا مجموعۂ کلام ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکا۔ ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء کو چار دن کی مختصر علالت کے بعد ۳۷ برس کی عمر میں پیلی بھیت میں ان کا انتقال ہوا۔ شراب کی لت اور آلام ومصائب نے سرؔور کو معاشی طور پر تنگ دست کردیا تھا جس کی وجہ سے انھیں اپنا ہی کلام دوسروں کو فروخت کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ ان کے انتقال کے بعد اس راز سے پردہ اٹھا مگر اس وقت تک نہ جانے کتنے کم مایہ لوگ ان کے کلام کے سہارے شاعر بن بیٹھے۔ پیارے لال شاکر بھی سرور جہان آبادی کے کلام سے خوب فیض یاب ہوئے۔

سرور جہان آبادی قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی تخلیقات اور تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ جامِ سرؔور : سرور جہان آبادی کا پہلا مجموعۂ کلام ہے جسے انھوں نے خود ترتیب دیا تھا مگر افسوس ان کی زندگی میں یہ مجموعہ شائع نہ ہوسکا۔ ۸۰ نظموں، ۱۴ رباعیوں اور ۱۹۹ صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ الٰہ آباد سے شائع ہوا۔

۲۔ خم خانۂ سرؔور : ۴۸ نظموں پر مشتمل سرؔور کی نظموں کا یہ دوسرا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا۔ رسالہ

’’زمانہ‘‘ کانپور میں شائع شدہ نظمیں اس مجموعے میں شامل ہیں۔

۳۔ خم کدۂ سرور : قاضی محمد غوث فضا حیدر آبادی نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد کلامِ سرور کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے۔

خونِ ناحق

پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر کی شہادت کے سانحے پر سرور بہت مضطرب ہوئے اور انھوں نے ان کی یاد میں متعدد نظمیں کہیں۔ ’’خونِ ناحق‘‘ ان ہی متعدد نظموں میں سے چند نظموں پر مشتمل ۲۸ صفحات کا ایک کتابچہ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔

نیرنگِ قلق

دراصل ’خونِ ناحق‘ کا تتمہ ہے۔ ’خونِ ناحق‘ میں شائع ہونے والی نظموں کے علاوہ پنڈت لیکھ رام کی یاد میں کہی گئی دوسری نظمیں اور رباعیاں ’نیرنگِ قلق‘ میں شامل ہیں۔

’دشنۂ قلق‘، ’نشترِ ماتم‘، ’نالۂ خوں چکاں‘، ’مثنوی سوزِ فغاں‘، ’شیون‘ (منظوم ڈرامہ) ان کی دوسری اہم تصانیف ہیں۔ دو نثری کتابوں ’ہنگامۂ محشر‘ اور ’وصال‘ (ناول) کے نام ملتے ہیں مگر یہ کتابیں دست یاب نہیں ہیں۔

8.3.2 سرور جہان آبادی کی نظم نگاری

محمد حسین آزاد، حالی، شبلی، چکبست، اکبرالہ آبادی، تلوک چند محروم، خوشی محمد ناظر اور علامہ اقبال کے ساتھ جن نظم گو شعرا نے اپنی نظموں کے ذریعہ اردو شعر و ادب میں منفرد مقام حاصل کیا، ان میں سرور جہان آبادی کا نام نمایاں ہے۔ ان کی شاعری کا زمانہ وہی ہے جو علامہ اقبال، چکبست اور نادر کاکوروی محروم کا ہے۔ یہ دور ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد انگریزوں کے ظلم و ستم کا دور ہے۔ یہی وہ عہد ہے جب اصلاحی تحریکات اپنے شباب پر تھیں۔ خصوصاً راجہ رام موہن رائے اور سرسید ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں تھے۔ نیچرل شاعری کا ذکر عام تھا۔ نظیرا کبرآبادی کے بعد حالی، محمد حسین آزاد اور اسماعیل میرٹھی کی بیانیہ اور فطری شاعری زبان زدِ خاص و عام تھی۔ سرور شعر و شاعری کی خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انھوں نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ جناب بیان یزدانی میرٹھی کو معنوی استاد ضرور کہا مگر ان سے کبھی اصلاح نہیں لی۔ سرور جہان آبادی نے اردو شاعری کی مختلف اصناف خصوصاً، رباعی، غزل اور نظم میں طبع آزمائی کی مگر ان کی شہرت و مقبولیت کی بنیاد ان کی نظم گوئی پر ہے۔ انھوں نے طویل نظمیں کہیں اور ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جس نے اردو نظم کے دامن کو وسیع کیا۔ آزاد، حالی، اسماعیل میرٹھی، نظم طباطبائی اور شبلی نے جن اصلاحی، تہذیبی و ثقافتی اور معاشرتی اقدار کو اردو نظم کا حصہ بنایا اور اس کے ذریعے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے، سرور نے بھی اسی راہ پر چل کر اپنا انفراد قائم کیا۔ تاریخی، اصلاحی اور وطنی محبت سے بھرپور اپنی نظموں میں سرور جہاں آبادی نے اپنے انفرادی کمال کا مظاہرہ کیا۔ خصوصاً ان کے ذریعے لکھی گئی وہ نظمیں جن میں رثائی انداز غالب ہے، اردو شاعری میں اہم اضافہ ہیں۔ سرور کی اہم نظموں میں ’گنگا جمنا‘، ’پریاگ کا سنگم‘، ’نورجہاں‘، ’پدمنی‘، ’امید طفلی‘، ’حسرتِ شباب‘، ’بیر بہوٹی‘، ’لالۂ صحرا‘، ’فریادِ آدم‘، ’ماتمِ آرزو‘، ’گلِ فردوس‘، ’لکشمی جی‘، ’ستی‘، ’سیتا جی کی گریہ

وزاری، 'دمن' اور 'ہنس' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ سرور نے اخلاقی اور اصلاحی موضوعات کے ساتھ ساتھ وطن سے محبت کو اپنی تخلیقات میں مرکزی جگہ دی۔

سرورؔ نظیراکبرآبادی اور الطاف حسین حالؔی کے ساتھ اُردو نظم کے ان اوّلین معماروں میں سے ہیں جنھوں نے دامانِ نظم کو نئے نئے موضوعات سے مالا مال کیا۔ سرور جہان آبادی اردو نظم گوئی کے منفرد و یکتا شاعر ہیں مگر افسوس کہ ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف بروقت نہیں ہو سکا۔

سرورؔ جہان آبادی بنیادی طور پر نظم گو شاعر تھے۔ انھوں نے طویل نظمیں کہی ہیں۔ وہ سو، سوا سو اشعار کی نظم بھی بہت آسانی سے کہہ لیتے تھے۔ ان کے پہلے مجموعۂ کلام میں ''نور جہاں کا مزار'' نامی ان کی نظم ۱۵۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ آریہ سماجی اصولوں اور سماجی وتہذیبی موضوعات پر ان کی نظمیں اُردو ادب میں بیش قیمت اضافہ ہیں۔ وطن سے محبت، تاریخی کرداروں، پرندوں، موسم، مناظرِ فطرت اور کیڑے مکوڑوں تک پر ان کی خوب صورت نظمیں ملتی ہیں۔ بیر بہوٹی نام کے کیڑے پر ۲۴ شعر کی نظم، جمنا ندی پر ۱۹۶ اشعار کی نظم اور گنگا پر ۱۳۶ اشعار کی نظم بھی ''جامِ سرور'' میں شامل ہے۔ اس میں سوامی رام تیرتھ پر ۱۰۵ اشعروں کی نظم بھی شامل ہے۔ ملک سے محبت ان کی نظموں ''خاکِ وطن''، ''مادرِ ہند''، ''حسرتِ وطن''، ''عروسِ حُبِّ وطن'' اور ''یادِ وطن'' میں چھلکی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی انگریزی نظموں کا ترجمہ بھی انھوں نے کیا ہے۔ جیسے لارڈ لٹن کی مشہور نظم ''دی بلائنڈ فلاور گرلس سانگ'' کا ترجمہ انھوں نے ''نابینا پھول والی کا گیت'' اور بنکم چٹرجی کے کلام 'وندے ماترم' کا ترجمہ 'مادرِ ہند' کے نام سے کیا ہے۔ سرور نے (کالی داس کی مشہور و معروف تخلیق) ''رتو سنگھا'' کا اُردو منظوم ترجمہ 'اکسیرِ سخن' کے نام سے کیا ہے جس کے متعلق پریم چند نے کہا تھا کہ اگر چہ یہ ترجمہ ہے مگر ترجمہ میں آمد کا مزہ پیدا کر دیا ہے۔ سادگی ان کی نظموں کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ سنسکرت کے پیچیدہ اور نازک جذبات کو نظم میں بدلنا اور سادگی وسلاست کو دھیان میں رکھتے ہوئے کام یاب ہو جانا شاعر کی پختگی اور شاعرانہ مہارت کی دلیل ہے۔

سرور جہان آبادی نے اپنی نظموں میں سادہ و سلیس انداز اختیار کرتے ہوئے اپنے وطن سے محبت، تہذیب وتمدن کی قدر اور قومیت کا درس دیا۔ سماجی مسائل کے تئیں ان کی فکر کا اظہار نظم 'سوزِ بیوہ' میں صاف نظر آتا ہے۔ اس میں بیوہ کی زندگی کے کرب والم کو پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح ہمارا ظالم سماج عورت کو صرف بیوگی کے سبب زندگی کی تمام خوشیوں سے محروم کر دیتا ہے۔ بیوہ کی پکار خود قاری کے دل کو ہلا دیتی ہے۔

پسند آئی نہ آرائش تجھے او آسماں میری
اُتاریں بدھیاں بیدرد ! توڑیں چوڑیاں میری

وہ نقشِ نامرادی ہوں ، سراپا درد ہوں غم ہوں
مرقع میں جہاں کے آہ ! میں تصویرِ ماتم ہوں

سرور جہان آبادی کی نظموں کے موضوعات کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ انھوں نے سماجی مسائل کے ساتھ مذہبی رسوم وعقائد کو بھی اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ 'لکشمی جی'، 'سیتا جی کی گریہ وزاری' اور 'گنگا جی' اسی سلسلے کی نظمیں ہیں۔ سرور جہان آبادی کی نظموں میں موضوعات کا تنوع، مختلف جذبات واحساسات کی مرقع کشی، فنی لطافت و دل کشی

اور سلاست و روانی، یہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جدید اردو نظم کو انھوں نے منفرد رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ جدید اردو نظم کو جن شعرا نے توانائی بخشی اور اسے بلندی پر پہنچایا ہے، ان میں ان کا نام بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے اپنی نظم نگاری کے ذریعے جدید اردو نظم میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ اس لیے جدید اردو نظم نگاری میں ہمیشہ ان کا نام روشن رہے گا۔

8.3.3 متن کی تدریس و تفہیم

(عروسِ حُبِّ وطن)

آ! اے عروسِ حُبِّ وطن میرے بر میں تو　　آنکھیں تری تلاش میں ہیں محو جستجو
آ! اے نگار! تجھ کو گلے سے لگاؤں میں　　آ مجھ سے ہم کنار ہو اے شوخِ خوب رؤ
وہ دن خدا کرے کہ مناؤں شبِ وصال　　گردن ہو تیری اور مرے دستِ آرزو
زانو ہو تیرا اور سرِ شوریدہ ہو مرا　　میرا مشامِ جاں ہو تری زلفِ مشک بؤ
تیری شرابِ عشق کا آنکھوں میں ہو سرؤر　　خلوت میں ہو نہ ذکرِ مے و شیشہ و سبؤ
لپٹوں میں بے خودی میں جو تجھ سے شبِ وصال　　بانہیں ترے گلے میں ہوں، لب پر یہ گفتگو
ٹوٹیں وہ پاؤں جن کو نہ تیری تلاش ہو　　پھوٹے وہ آنکھ جس کو نہ ہو تیری جستجو
وہ گھر ہو بے چراغ جہاں تیری ضَو نہ ہو　　وہ دل ہو داغ جس میں نہ ہو تیری آرزو
دنیا و آخرت میں نہ انجام ہو بہ خیر　　تیرے سوا جو غیر کی ہو مجھ کو جستجو
حوروں پہ میں مروں تو جہنم نصیب ہو　　کافر ہوں میں جو مجھ کو بتوں کی ہو آرزو
ناقوس اور اذاں میں نہیں قیدِ کفر و دیں　　اُس کے لیے کہ جس کا پرستش کدہ ہے تو
گنگا نہائے شیخ اگر تیرا اِذن ہو　　تیرا اشارہ ہو تو برہمن کرے وضو
تیرا طریقِ عشق ہی ایمان ہے مرا　　تیرے فدائیوں میں ہوں اے شوخِ خوب رؤ

جلوہ نہ ہو کسی بتِ رعنا کا سامنے
وہ دن خدا کرے کہ ہو آنکھوں میں تو ہی تو

عزیز طلبا! ابھی آپ نے سرور جہان آبادی کی جس نظم کو پڑھا ہے، اس کا تجزیہ درج ذیل ہے:

سرور جہان آبادی کے دور میں حُبِّ وطن اردو شاعری کا اہم موضوع تھا۔ محمد حسین آزاد کی طویل نظم 'حُبِّ وطن' اور اقبال کی نظموں میں وطن سے محبت کا جذبہ دل کی گہرائیوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ محمد حسین آزاد نے وطن سے اصل محبت کرنے والا اس شخص کو قرار دیا ہے جس نے اپنے دن اور رات کی محنت سے وطن کی خوش حالی میں اضافہ کیا

سرور جہان آبادی کی نظم نگاری اور متن کی تدریس وتفہیم (عروسِ حُبِّ وطن)

ہو۔ وطن کی عظمت ومحبت محمد حسین آزاد، حالی، چکبست، اقبال اور دوسرے شعراء کی طرح سرور جہان آبادی کے کلام میں بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ شاملِ نصاب نظم ''عروسِ حُبِّ وطن'' سرور جہان آبادی کی بہت خوب صورت نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر نے اپنے خوب صورت بیانیہ کے ذریعے وطن سے محبت کو ایک انوکھے انداز میں پیش کیا ہے۔ یہاں وطن کے لیے شاعر کے دل کی تڑپ عاشقِ صادق کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ وطن سے محبت کا یہ خوب صورت انداز ہمارے دل کو موہ لیتا ہے۔

دراصل سرور جہان آبادی اختراعی ذہن کے مالک تھے۔ وہ کسی شاعر کے مقلد نہیں، بلکہ خود مجتہد ہیں۔ انھوں نے کلاسیکی موضوعات پر نظم کہتے ہوئے اپنی الگ راہ نکالی ہے۔ حُبِّ وطن کے جذبات کے اظہار میں بھی ان کا انداز دوسرے شعرا سے منفرد اور نرالا ہے۔ وہ وطن کی تجسیم کرتے ہیں، اسے محبوب کی شکل میں دیکھتے ہیں، اس سے باتیں کرتے ہیں، اس کے حسن وخوب صورتی کا بیان کرتے ہیں، اس سے اپنے عشق ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی نیا نویلا دولہا اپنی خوب صورت دلہن سے محوِ گفتگو ہے۔ الفاظ کا خوب صورت استعمال اس میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ نظم کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

آ! اے عروسِ حُبِّ وطن میرے بر میں تو — آنکھیں تری تلاش میں ہیں محو جستجو
آ! اے نگار! تجھ کو گلے سے لگاؤں میں — آ مجھ سے ہم کنار ہو اے شوخِ خوب رؤ
وہ دن خدا کرے کہ مناؤں شبِ وصال — گردن ہو تیری اور مرے دستِ آرزو
زانو ہو تیرا اور سرِ شوریدہ ہو مرا — میرا مشامِ جاں ہو تری زلفِ مشک بؤ
تیری شرابِ عشق کا آنکھوں میں ہو سرؤر — خلوت میں ہو نہ ذکر مے و شیشہ و سبؤ
لپٹوں میں بے خودی میں جو تجھ سے شبِ وصال — بانہیں ترے گلے میں ہوں لب پر یہ گفتگو

وہ اپنے محبوب کو گلے سے لگانا چاہتے ہیں۔ اس خوب رؤ کے ساتھ شبِ وصال کا خواب دیکھتے ہیں۔ آرزوؤں سے بھرے ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہیں۔ اس کے زانو پر اپنا سر رکھنا چاہتے ہیں۔ محبوب کے عشق میں سرشار رہنا چاہتے ہیں اور شبِ وصال میں اس سے باتیں کرتے ہوئے نظم کے دوسرے حصّہ میں کہتے ہیں:

ٹوٹیں وہ پاؤں جن کو نہ تیری تلاش ہو — پھوٹے وہ آنکھ جس کو نہ ہو تیری جستجو
وہ گھر ہو بے چراغ جہاں تیری ضَو نہ ہو — وہ دل ہو داغ جس میں نہ ہو تیری آرزؤ
دنیا و آخرت میں نہ انجام ہو بہ خیر — تیرے سوا جو غیر کی ہو مجھ کو جستجو
حوروں پہ میں مروں تو جہنم نصیب ہو — کافر ہوں میں جو مجھ کو بتوں کی ہو آرزو

نظم کے اس حصّے میں شاعر ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جن کے دلوں میں وطن سے محبت نہیں ہے، جنھیں اس کی آرزو بھی نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ایسے گھر بے چراغ ہو جائیں۔ شاعر خود اپنے لیے کہتا ہے کہ تیرے سوا اگر میں غیر کا متلاشی ہوں تو میرا انجام خراب ہو۔

آخری تین اشعار میں شاعر نے اپنی سوچ کو واضح کر دیا ہے کہ وطن سے عشق ہی ان کا ایمان ہے۔ وہ اپنے محبوب وطن پر قربان ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اس شخص کے لیے جس کے دل میں وطن کی محبت گھر کر گئی ہے، اصل پرستش کدہ وطن ہے۔ ناقوس اور اذان میں اس کا دین قید نہیں ہو سکتا۔ اگر وطن کی محبت میں سرشار ہے تو شیخ گنگا نہا سکتا ہے اور برہمن وضو کر سکتا ہے۔ آخر میں شاعر دعا کرتا ہے کہ ان کا محبوب کوئی گوشت پوست کا انسان نہ ہو، اس کا جلوہ انھیں متاثر نہ کرے بلکہ ان کی آنکھوں میں صرف ان کا وطن رہے۔

اس خوب صورت نظم میں سرور جہان آبادی نے بہت سادہ زبان میں وطن سے اپنی محبت کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ قافیوں کے خوب صورت استعمال نے نظم میں موسیقیت کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ تو، جستجو، خوب رؤ، آرزؤ، مشک بؤ، سبؤ، گفتگو، آبرؤ اور وضؤ کے قافیوں نے لطف و دل کشی پیدا کی ہے اور اس پر عروسِ حُبِّ وطن کا عنوان شاعر کی فن کارانہ صلاحیتوں پر دال ہے جو قاری کو بے حد متاثر کرتا ہے۔

8.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے:

- سرور جہان آبادی کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات سے واقفیت حاصل کی۔
- سرور جہان آبادی کی نظم نگاری کو سمجھا۔
- سرور جہان آبادی کی نظم نگاری کی فکری و فنی خصوصیات سے واقفیت حاصل کی۔
- سرور جہان آبادی کی نظم 'عروسِ حُبِّ وطن' کی قرأت کی۔
- سرور جہان آبادی کی نظم 'عروسِ حُبِّ وطن' کے تجزیے سے واقفیت حاصل کی۔

8.5 اپنا امتحان خود لیجیے

۱۔ سرور جہان آبادی کے حالاتِ زندگی کو مختصراً بیان کیجیے۔

۲۔ سرور جہان آبادی کے شعری مجموعوں کے نام لکھیے۔

۳۔ سرور جہان آبادی کی اہم نظموں کے نام بتائیے۔

۴۔ سرور جہان آبادی کی نظم نگاری کی خصوصیات و امتیازات پر مختصر روشنی ڈالیے۔

۵۔ نظم 'عروسِ حُبِّ وطن' کے مرکزی خیال کی وضاحت کیجیے۔

8.6 سوالوں کے جوابات

۱۔ سرور جہان آبادی کا اصل نام 'درگا سہائے' اور تخلص 'سرور' تھا۔ ابتدا میں 'وحشت' تخلص اختیار کیا تھا۔ آپ کی ولادت ماہ پوس ۱۸۷۳ء میں بہ مقام جہان آباد، ضلع پیلی بھیت میں ہوئی تھی۔ درگا سہائے سرور حکیم پیارے لال صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اور اسکول میں ہوئی۔ والدین اعلا تعلیم

دلانا چاہتے تھے لیکن ۱۸ سال کی عمر میں شادی ہوگئی اور بیوی سے بے پناہ عشق ومحبت کی وجہ سے اعلا تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ سرؔور کا مطالعہ وسیع تھا۔ انھوں نے دہلی اور لکھنؤ کے اساتذۂ سخن بالخصوص غالب، مومن، میر ودبیر، انیس اور ذوق کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ کم عمری میں فارغ البالی کے زمانے میں شعرگوئی کا آغاز کردیا تھا لیکن بیوی اور پانچ سالہ بیٹے کی موت نے انھیں دنیا سے بیزار کردیا۔ دردوغم کو بھلانے کے لیے شراب کا سہارا لیا۔ بالآخر ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء کو چار دن کی مختصر علالت کے بعد ۳۷ برس کی عمر میں پیلی بھیت میں ان کا انتقال ہوا۔

۲۔ سرور جہان آبادی کے شعری مجموعوں میں 'جامِ سرؔور'، 'خم خانۂ سرؔور' اور 'خم کدۂ سرور' قابلِ ذکر ہیں۔

۳۔ سرؔور جہان آبادی کی اہم نظموں میں 'گنگا جمنا'، 'پریاگ کا سنگم'، 'نور جہاں'، 'پدمنی'، 'امیدِ طفلی'، 'حسرتِ شباب'، 'بیر بہوٹی'، 'لالۂ صحرا'، 'فریادِ آدم'، 'ماتمِ آرزو'، 'گلِ فردوس'، 'لکشمی جی'، 'ستی'، 'سیتاجی کی گریہ وزاری'، 'دمن' اور 'ہنس' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

۴۔ سرور جہان آبادی نے جدید اردو نظم کے دامن کو نئے نئے موضوعات سے مالا مال کیا۔ ان کی نظموں کے موضوعات کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ انھوں نے سماجی مسائل، اخلاقی اور اصلاحی موضوعات اور مذہبی رسوم وعقائد کے ساتھ ساتھ وطن سے محبت کو اپنی نظموں میں مرکزی جگہ دی۔ ان کی نظموں میں موضوعات کا تنوع، مختلف جذبات واحساسات کی مرقع کشی، فنی لطافت ودل کشی اور سلاست وروانی، یہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جدید اردو نظم کو انھوں نے منفرد رنگ وآہنگ عطا کیا اور اسے بلندی پر پہنچایا ہے۔

۵۔ نظم 'عروسِ حبِّ وطن' میں شاعر نے اپنے خوب صورت بیانیہ کے ذریعے وطن سے محبت کو ایک انوکھے انداز میں پیش کیا ہے۔ یہاں وطن کے لیے شاعر کے دل کی تڑپ عاشقِ صادق کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ وطن سے محبت کا یہ خوب صورت انداز ہمارے دل کو موہ لیتا ہے۔

8.7 فرہنگ

(الفاظ)		(معانی)
مہارتِ تامہ	:	استادی، چابک دستی، کاری گری
فارغ البالی	:	بےفکری
عبث	:	بے کار
عروس	:	دلہن
سوزِ نہاں	:	پوشیدہ کرب ودرد
نگار	:	بت، معشوق، محبوب
بَر	:	منگیتر
شوریدہ	:	حیران، پریشان
وصال	:	ملنا، ملاقات

ضَو	:	روشنی، نور، چمک
ناقوس	:	شنکھ
اِذن	:	حکم، اجازت
خوب رُو	:	خوب صورت، حسین، جمیل
مشام	:	دماغ میں سونگھنے کی قوت کی جگہ
سبُو	:	گھڑا، مٹکا
خلوت	:	تنہائی، گوشہ نشینی
رعنا	:	خوش نما، خوش خرام
فدائی	:	عاشق، جاں نثار

8.8 کتب برائے مطالعہ

۱۔	نوائے سرؔور	:	ڈاکٹر حکم چند نیر
۲۔	جامِ سرؔور	:	سرور جہان آبادی
۳۔	خم خانۂ سرؔور	:	سرور جہان آبادی
۴۔	انتخاب کلام سرؔور جہان آبادی	:	انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ
۵۔	درگا سہائے سرور جہان آبادی	:	محمد عاشق علی
۶۔	درگا سہائے سرور جہان آبادی	:	مرتبہ الف ناظم

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY